اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمْ وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ مُّعْرِضُوْنَ (الانبیآء: 1)

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ اٰخَرَ

اِعْلَمُوْآ اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ۔ (الحدید: 20)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۔ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

انسانی زندگی میں تین دنوں کی اہمیت:۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمْ وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ مُّعْرِضُوْنَ (الانبیآء: 1) انسانوں کے حساب کا دن قریب آ گیا ہے اور وہ اپنی غفلت میں روگردانی کرتے پھر رہے ہیں۔ انسان زندگی کے تین دن بڑے اہم ہوتے ہیں۔ ایک وہ دن جب انسان اس دنیا میں آتا ہے، اس دن اس کے بارے میں چند باتیں طے کر دی جاتی ہیں۔ اسے دنیا میں کتنا رہنا ہے، کتنا رزق پانا، وہ شقی ہوگا یا سعید، اللہ رب العزت اپنے ازلی علم کی وجہ سے اس کو پہلے ہی لکھوا دیتے ہیں۔ اللہ کرے وہ دن زندگی کا اچھا دن ہو کہ ہر آنے والا بچہ اچھے نصیب لے کر دنیا میں آئے۔ دوسرا دن وہ ہے جب انسان اس دنیا سے قبر میں جائے گا، روئے زمین سے زیر زمین چلا جائے گا۔ وہ دن انسان کی زندگی کا بڑا اہم دن ہے۔ تیسرا وہ دن ہے جب انسان اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہوگا یعنی قیامت کا دن۔ اللہ تعالیٰ اس دن کو ہماری زندگی کے دنوں میں سے بہترین دن بنا دے۔ اس لئے حضرت عیسیٰؑ نے یہ دعا مانگی۔

وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا (مریم: 33)

سب سے بڑا دھوکہ:۔

زندگی ایک مہلت ہے جو ہمیں آخرت کی تیاری کیلئے دی گئی ہے۔ہم آخرت کی تیاری کرنے کی بجائے دنیا کے غم اور خوشی میں الجھ جاتے ہیں اور اس انتظار میں رہتے ہیں کہ ہمیں ایسا وقت ملے جب ہمارے اوپر کوئی غم اور کوئی پریشانی نہ ہو، ہر کام مرضی کے مطابق چل رہا ہو، پھر ہم سکون اور تسلّی کے ساتھ عبادت کریں گے۔اسی کو قرآن مجید کی زبان میں دھوکا کہا گیا ہے۔اور یہ دھوکا فقط جاہل کو ہی نہیں عالم کو بھی لگتا ہے۔سوچتے رہتے ہیں کہ نیک بنیں گے اور اچھے کام کریں گے اچھے وقت کے انتظار میں رہتے ہیں اور اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ وقت ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہوتا ہے۔ہم موت کو بھول جاتے ہیں لیکن موت ہمیں نہیں بھولتی، ہماری زندگی کا ہر آنے والا دن ہمیں اپنی موت کے قریب سے قریب تر کر رہا ہوتا ہے۔جو کر گزرنے والے ہوتے ہیں وہ زندگی کے اسی وقت میں کر لیا کرتے ہیں۔

الجھے سلجھے اسی کاکل میں گرفتار رہو

غم ہو یا خوشی ہر حال میں آخرت کی تیاری کرتے رہیں۔خوشی کے لمحات ہوں تو اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں اور غم کے لمحات ہوں تو صبر کریں۔شکر کرنے والا بھی جنتی ہے اور صبر کرنے والا بھی جنتی۔

مواسم عمر:۔

انسان کی زندگی کی مختلف منازل ہوتی ہیں، مختلف موسم ہوتے ہیں جنہیں مواسم عمر کہتے ہیں۔ جب انسان بچہ ہوتا ہے تو اسے کھیلنے کا شوق ہوتا ہے، اس کا سارا کا سارا وقت کھیل کود میں گزرتا ہے۔عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کی کیفیات مختلف ہوتی رہتی ہیں۔نجم الدین نسفیؒ نے لکھا ہے کہ ہر آٹھ سال کے بعد بندے کی کیفیت بدلتی رہتی ہے۔پہلے آٹھ سال لَعِبٌ پھر لَھْوٌ پھر زینت، اس کے بعد

وَّتَفَاخُرٌ م بَيْنَكُمْ (الحدید:20) اور پھر وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ (الحدید:20) یہ پانچ مواسم عمر ہوتے ہیں۔ آٹھ سال آٹھ سال اگر یہ ہوں تو چالیس سال کا عرصہ گزر گیا۔ اور واقعی چالیس سال کے بعد پھر انسان کو ہوش آتی ہے کہ میں دنیا میں آیا کس لئے تھا۔

کامیاب انسان:۔

جو لوگ ذکر و سلوک کی زندگی گزارتے ہیں ان کو ہر جگہ یہی تعلیم دی جاتی ہے کہ ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں نبی علیہ السّلام کے فرمان لازم پکڑو۔ جس نے اپنی زندگی ان دو چیزوں کے تحت گزاری وہ انسان کامیاب انسان ہوگا۔

جنت دو قدم:۔

جس آدمی کا پہلا قدم اس کے نفس پر جائے گا اس بندے کا دوسرا قدم جنت میں پہنچے گا۔ اللہ رب العزت نے مخلوق کو ثواب کیلئے پیدا کیا ہے عذاب کیلئے نہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ میرے بندے نیک اعمال کریں اور مجھ سے میری نعمتوں کو پائیں۔ لیکن ہمارا طرز زندگی بدل جاتا ہے بعض اسی دنیا میں سب کچھ مانگتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ آخرت میں مانگتے ہیں۔ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (ال عمران:152)

برے لوگوں کی نشانی:۔

حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ نبی علیہ السّلام نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں وہ شخص نہ بتاؤں جو سب سے زیادہ برا ہو۔ عرض کیا گیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا، کہ جو اکیلا کھائے اور اپنے غلام کو مارے، اکیلا کھانے سے مراد یہ کہ مل جل کے رہنے کی عادت نہ ہو اور اپنے

ماتحتوں پر سختی کرنے والا ہو۔ پھر اس کے بعد فرمایا، میں تمہیں ایک شخص بتاؤں جو اس سے بھی برا ہو۔ عرض کیا گیا، اے اللہ کے نبی ﷺ وہ بھی بتا دیجئے۔ ارشاد فرمایا، کہ جو آدمی لوگوں سے بغض رکھے اور لوگ اس سے بغض رکھیں ایسا آدمی اس سے بھی برا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں تمہیں ایک شخص بتاؤں جو اس سے بھی زیادہ برا ہو۔ عرض کیا گیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! بتا دیجئے۔ فرمایا کہ، ایسا بندہ کہ نہ اس سے نیکی کی امید ہو اور نہ اس کے شر سے بندے کو امن ہو۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں ایک اور ایسا بندہ بتاؤں جو اس سے بھی زیادہ برا ہو۔ عرض کیا گیا، اے اللہ کے نبی ﷺ کون ہے؟ فرمایا کہ جو کسی کی لغزش سے درگزر نہ کرے اور کسی بھی بندے کی معذرت کو قبول نہ کرے۔ یہ بندہ معاملہ تو پروردگار نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اگر انسانوں کے بس میں بات ہوتی تو یہ تو جیتے جاگتے بندے کو جہنّم میں پھینک دیتے۔

محبّت ہو تو ایسی:۔

مخلوق میں سے ماں وہ ہستی ہے جو اپنے بدکار اور گنہگار بچے سے بھی محبت کرتی ہے اولاد نیک بنے پھر بھی محبّت ہے اور اولاد نیک نہ بنے تو اس کو پھر بھی محبّت ہے۔ وہ محبّت کے ہاتھوں مجبور ہوتی ہے اور اپنے نیک اور بد ہر طرح کے بچے سے وہ محبّت کرتی ہے اور ایک اللہ رب العزت کی ذات ہے کہ جس بندے نے بھی کلمہ پڑھ لیا۔ اللہ رب العزت اس بندے سے محبّت کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ رحمان بھی ہے رحیم بھی، حنان بھی ہے منان بھی، جواد بھی ہے اور کریم بھی، انسان نیکی میں بڑھنے والا ہو یا بہت زیادہ گنہگار ہو پھر بھی اس سے نفرت نہیں فرماتے، پھر بھی اس کو اپنے در سے مایوس نہیں کرتے۔ اس لئے برائی سے نفرت ہونی چاہیے بروں سے نفرت نہیں ہونی چاہیے۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے مزہ تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

سب سے برا شخص:۔

ایک حدیث پاک میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ بھی آئیں گے جو رنگ برنگ کے کھانے کھائیں گے طرح طرح کی چیزیں پئیں گے قسم قسم کے کپڑے پہنیں گے اور خوب باتیں بنائیں گے وہ میری امت کے سب سے برے لوگ ہوں گے۔

آج جس انسان کو خوشی کا وقت مل گیا وہ دوسرے آدمیوں کو اپنے سے حقیر سمجھتا ہے۔اس بات کو بھول جاتا ہے کہ آزمائش میرے اوپر بھی آسکتی ہے، دن بدلتے دیر نہیں لگا کرتی۔

اتنی سخت وعیدیں:۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو آدمی کسی مسلمان کی مصیبت پر خوش ہو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک موت نہیں دیتے جب تک وہ خود اس مصیبت میں گرفتار نہیں ہو جاتا۔ایک دوسری حدیث پاک میں آیا ہے کہ اگر کسی انسان نے کوئی گناہ کیا لیکن اللہ رب العزت کے حضور سچی توبہ کر لی اب توبہ کرنے کے بعد بھی اگر کوئی آدمی اس کو اس گناہ کا طعنہ دیتا ہے تو اللہ رب العزت اس کو اس وقت تک موت نہیں دیتے جب تک خود اس گناہ میں ملوث نہیں فرمادیتے۔کسی کو پریشانی اور مصیبت میں دیکھ کر خوش ہوئے تو ذرا دھیان سے، اور کسی بندے کی غلطی اور عیب کا پتہ چلے تو اس کو طعنہ نہ دے، ممکن ہے وہ اپنے دل میں سچی توبہ کر چکا ہو۔

تہجّد کی نماز سے محرومی کی وجہ:۔

سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک گناہ کیا، جس کی وجہ سے پانچ ماہ کیلئے مجھے تہجّد کی نماز سے محروم کر دیا گیا۔کسی نے پوچھا، حضرت! کونسا گناہ کیا تھا؟ فرمایا، کہ ایک آدمی بیٹھا دعا مانگتے ہوئے رو رہا تھا۔میں نے اپنے دل میں سمجھا کہ یہ ریاکاری کر رہا ہے۔میرے اس بدگمانی کے گناہ کی وجہ سے اللہ

تعالیٰ نے پانچ مہینے کیلئے تہجّد کی نماز سے محروم کر دیا۔ جن کا کام ہی صبح و شام بدگمانی ہو، جن کا کام ہی صبح و شام بدزبانی ہو تو ایسی حالت میں پھر اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے۔

اپنی فکر کیجئے:۔

محترم جماعت! اس رات کو یاد کیجئے جس کی صبح کو قیامت کا دن ہوگا۔ جب ہمیں اللہ رب العزت کے حضور پیش ہونا ہوگا۔

كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ (الطور:21) ہر بندہ اپنے اعمال کے بدلے میں رہن میں رکھا ہوا ہے۔ اپنے اپنے عملوں کا ہر بندے کو حساب دینا ہوگا۔ ہمارے حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے ''آپنی پوتی تے پرائی بھل ونجی'' اور آج ہمیں اپنی فکر نہیں ہوتی دوسروں کے پیچھے پڑے ہوئے ہوتے ہیں آنکھیں کھلی رہتی ہیں، گردن تنی رہتی ہے نگاہیں دوسروں کے چہروں پر پڑتی ہیں اور اپنے من میں جھانک کر نہیں دیکھتے کہ ہمارے اپنے اندر کیا کچھ موجود ہے۔

ذکر الٰہی کی اہمیت:۔

ذکر کی کثرت سے انسان کے فکر کی گندگی دور ہوتی ہے۔ یہ بات دل میں بٹھا لیجئے کہ فکر کی گندگی ہمیشہ ذکر سے دور ہوتی ہے۔ جو لوگ شیطانی وساوس، ذہنی الجھنوں اور پریشانیوں کا شکار ہوں وہ اس بات کو پلے باندھ لیں کہ ہماری ان تمام پریشانیوں کا حل اللہ تعالیٰ کی یاد میں موجود ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:28) جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے ساتھ دلوں کا اطمینان وابستہ ہے۔

ایک علمی نکتہ:۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا جب کوئی پرندہ ذکر سے غافل ہوتا ہے تو شکاری اس کو اپنا نشانہ بنالیتا ہے، اس کو شکار کر لیتا ہے۔اب یہاں طلباء کے لئے ایک نکتہ ہے اگر پرندہ غافل ہوا، اس کو اللہ رب العزت نے شکاری کے ہاتھ میں پہنچا دیا تو اگر کوئی بندہ اللہ سے غافل ہوگا اللہ رب العزت اس کو جہنّم کے فرشتوں کے ہاتھ پہنچا دیں گے۔تو مقصد یہی ہے کہ ہم یہاں چند دن گزار کر اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی یاد کو بسائیں۔روزمرہ کی بات چیت میں ہم ایسے الفاظ استعمال کیا کریں کہ جن سے ہمارے دل میں اللہ رب العزت کی یاد رہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے معارف:۔

بسم اللہ کو تسمیہ کہتے ہیں۔یہ ہر چھوٹے بڑے کو یاد ہے لیکن ہمیں اپنے ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی عادت نہیں ہوتی۔

انسانی ستر کا پردہ:۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنے کپڑے بدلنا چاہے، پہلے اتار کر دوسرے پہننا چاہے تو اگر وہ بسم اللہ پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے اوپر اور اس کے درمیان ایک آڑ بنا دیتے ہیں۔جنات ہوں یا فرشتے ہوں وہ اس انسان کے بدن کو بے لباس نہیں دیکھ سکتے۔اب یہاں ایک نکتہ ملا کہ اگر بسم اللہ کا پڑھنا جنات اور فرشتوں کے درمیان آڑ بن جاتا ہے تو اگر ہم زندگی کے ہر کام میں بسم اللہ پڑھنے کی عادت ڈالیں گے تو یہ جہنّم کے فرشتوں اور ہمارے درمیان آڑ بن جائے گا۔

جہنّم سے بچنے کا مطلب:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے 19 حروف ہیں، اور جہنّم کے فرشتے بھی 19 ہیں۔ان کو داروغہ کہا جاتا ہے۔

19 حروف بسم اللہ کے اور 19 فرشتے جہنّم کے نگران ، ہر ہر حرف ہر ہر فرشتے سے بچنے کا سبب بن جائے گا۔اس لئے بسم اللہ کو اکثر پڑھنے کی عادت ڈالئے۔

گناہوں کا کفارہ:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ چار الفاظ ہیں اور چار ہی طرح کے گناہ ہوتے ہیں۔ یا تو انسان ظاہر میں کرتا ہے، یا چھپ کر کرتا ہے، یا دن میں کرتا ہے یا رات میں کرتا ہے۔ ہر ہر لفظ مختلف گناہوں کیلئے کفارہ بنے گا۔

تین قسموں کے گناہوں سے نجات:۔

بسم اللہ کے اندر اللہ رب العزت نے اپنے تین نام استعمال فرمائے۔ایک نام اللہ، دوسرا رحمان اور تیسرا رحیم ۔اور تین ہی گناہوں کے درجات یا اقسام ہیں۔پہلی قسم کفر وشرک سے بچنا اور ایمان قبول کرنا، دوسری قسم کبائر کو چھوڑ کر اللہ رب العزت کی فرمانبرداری کی زندگی اختیار کرنا اور تیسری قسم کہ وساوس سے نجات پا کر یکسوئی کے ساتھ اللہ رب العزت کی عبادت کرنا۔لہذا جو بندہ اپنے ہر کام کی ابتداء بسم اللہ سے کرے گا اللہ تعالیٰ تینوں گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمادیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کی دلیل:۔

جب کوئی آدمی کسی کو خط لکھے تو خط کی ابتداء سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ اس آدمی کی طبیعت کیسی تھی، کیا یہ راضی تھا یا ناراض تھا۔تو خط کے ابتدائی الفاظ اس بندے کی رضا یا اسکی ناراضگی کا پتہ بتا دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی ابتداء میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے اب یہ بسم اللہ کی آیت ہی ہمیں بتا رہی ہے کہ اللہ رب العزت ہم سے راضی ہیں۔ وہ یوں بھی فرما سکتے تھے کہ بسم اللہ الواحد القھار۔ وہ اس میں اپنے قہار اور جبار ہونے کا لفظ بھی استعمال کر سکتے تھے مگر پروردگار عالم نے اپنے ان صفاتی ناموں کو شامل نہیں کیا۔ اگر کیا تو کن ناموں کو کیا؟ وہ دو نام جو رحمت کی دلیل ہیں یعنی الرحمان اور الرحیم۔تو معلوم ہوا کہ کتاب

اللہ کی ابتداء ہمیں بتا رہی ہے کہ اللہ رب العزت کا ارادہ ہمارے بارے میں خیر کا ہے۔ وہ بندے کو عذاب نہیں دینا چاہتے وہ بندے کو ثواب دینا چاہتے ہیں۔ عذاب تو ہم اپنے ہاتھوں سے خریدتے ہیں، اس کو دعوت دیتے ہیں اپنی طرف۔ اس لئے اپنے ہر کام کی ابتداء میں بسم اللہ کہنے کی عادت ڈالئے اللہ تعالیٰ ہر کام کے اندر برکت عطا فرمائیں گے۔

نعمتوں کی قدردانی:۔

الحمد للہ مختصر سے الفاظ ہیں۔ اپنی گفتگو میں اس کو کہنے کی عادت ڈالئے۔ اللہ رب العزت کی نعمتوں پر جس نے الحمد للہ کہہ دیا اس نے گویا نعمت کا شکر ادا کر دیا۔ ایک اصولی بات یاد رکھئے کہ نعمتوں کی قدردانی کیلئے نعمتوں کے چھن جانے کا انتظار نہ کیا کریں۔ اکثر لوگوں کو دیکھا، میاں بیوی کی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں تو آپس میں جھگڑے، خاوند فوت ہوا اب وہی عورت بیٹھی رو رہی ہے اور اپنے خاوند کی صفتیں بیان کر رہی ہے۔ جو خاوند ہر وقت بیوی سے نالاں رہتا تھا اس کی بیوی فوت ہوئی اب اس کو بیوی کی خوبیاں سمجھ میں آ رہی ہیں۔ بھائی کے ساتھ زندگی میں تو دشمنی کا معاملہ تھا۔ اب بھائی فوت ہوا تو اس کے احسان یاد آ رہے ہیں۔ تو یاد رکھئے نعمتوں کی قدردانی کیلئے نعمتوں کے چھن جانے کا انتظار نہ کیا کریں۔ اس سے پہلے پہلے ان کی قدر کر لیا کریں۔

الحمد للہ کہنے پر انعامات:۔

جو انسان اپنی زندگی میں الحمد للہ کثرت سے کہتا ہے علماء نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دو انعام عطا فرماتے ہیں۔ پہلا انعام یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے سختی میں سے آسانی کا راستہ نکال دیا کرتے ہیں محتاج ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو تونگری عطا فرماتے ہیں، دنیا سے نجات فرما دیتے ہیں۔ اس لئے اپنے اکثر کاموں کو

شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھے اور پھر آخر پر الحمدللہ کہنے کی عادت ڈالئے۔ الحمدللہ کے اندر آٹھ حروف ہیں اور علماء نے لکھا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ گویا ہر ہر حرف جنت کے ہر دروازے کیلئے کنجی کی مانند ہوگا۔ تو جس بندے کے الحمدللہ کثرت سے کہنے کی عادت ہوگی اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازوں کو کھول دیں گے۔

کلمہ طیبہ میں چھ نکات:۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وہ کلمہ ہے جس کو پڑھ کر انسان کفر وشرک سے توبہ تائب ہوتا ہے۔ اور اللہ رب العزت کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہوتا ہے۔ اکثر اپنی زبان پر اس کا ذکر رکھیں۔ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ تو ایک مستقل سبق ہے جس کو تہلیل لسانی کہتے ہیں اس میں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کی کثرت کی جاتی ہے چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کا سبق دیا جاتا ہے۔ یہ الفاظ عجیب حکمتوں بھرے اور برکات سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

پہلا نکتہ:۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کے حروف کو اگر آپ گنیں تو یہ 12 حروف بنتے ہیں اور محمد رسول اللہ کے حروف کو گنیں تو وہ بھی 12 حروف بنیں گے۔ تو لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کا جو ذکر کثرت سے کرے گا اس کے 12 حروف بندے کیلئے 12 مہینوں کے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بنیں گے۔

دوسرا نکتہ:۔

دن رات کے اندر 24 گھنٹے ہوتے ہیں اور لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ محمد رسول اللہ کے بھی 24 حروف ہیں۔ تو اللہ رب العزت ہر ہر گھنٹے کے گناہوں کو معاف فرمائیں گے۔

تیسرا نکتہ:۔

اس کلمہ کے اندر 7 الفاظ ہیں۔لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ سات الفاظ بنتے ہیں اور انسان کے سات اعضاء سے ہی گناہ کرتا ہے۔آنکھ سے،کان سے،زبان سے،ہاتھ سے،پاؤں سے، شرم گاہ سے اور پیٹ میں کھا کے۔جو انسان ان سات الفاظ کا ذکر کثرت سے کریں گے تو ساتوں اعضاء کے گناہوں کو اللہ رب العزت معاف فرمادیں گے۔اور جہنّم کے بھی سات دروازے ہیں لھا سبعۃ ابواب تو معلوم ہوا کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ محمد رسول اللہ کا ایک ایک لفظ جہنّم کے ہر ہر دروازے سے بچاؤ کا سبب بن جائے گا۔

چوتھا نکتہ:۔

اس کلمہ کے اندر عجیب حکمتیں ہیں کہ آپ کو کوئی بھی لفظ نقطے والا نہیں ملے گا۔یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں ہمیں واحدانیت کا پیغام دے رہے ہیں کہ میرے دربار میں شرک کی کوئی گنجائش نہیں۔

پانچواں نکتہ:۔

حروف ہی ایسے استعمال کیئے کہ جو نقطوں سے پاک تھے۔تو اس لئے کلمہ ہمیں توحید کی دعوت دیتا ہے۔

چھٹا نکتہ:۔

ایک نکتہ جو طلباء کیلئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے تمام وہ حروف استعمال کیئے جو جوف دھن سے نکلتے ہیں۔ حروف مختلف طرح کے ہوتے ہیں،کچھ حروف حلقی کہلاتے ہیں وہ حلق سے نکلتے ہیں،کچھ شفوی کہلاتے ہیں کہ ہونٹوں سے نکلتے ہیں،کچھ جوف دھن سے نکلتے ہیں یعنی منہ کا جو درمیان کا حصہ ہے اس میں سے نکلتے ہیں۔پروردگار عالم نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ محمد رسول اللہ کا جو پہلا حصہ تھا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اس میں تمام

حروف وہی رکھے جو حروف جوف دہن سے نکلتے ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ جس طرح یہ حروف تمہارے منہ کے اندر سے نکل رہے ہیں اسی طرح یہ کلمہ بھی تمہارے دل کے اندر سے نکلے گا تب اللہ رب العزت کے یہاں قبول ہوگا۔ تو ہم ان اذکار کو کثرت کے ساتھ کریں۔ جو مسنون دعائیں نبی اکرم ﷺ سے صبح اور شام منقول ہیں وہ شجرہ کے اندر دی گئیں ان کو اپنا معمول بنالیں۔

مسنون دعاؤں کے دو بڑے فائدے:۔

دو باتیں ذہن میں رکھئے جو آدمی مسنون دعاؤں کو اپنے اپنے وقت پر پڑھنے کی عادت بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کیلئے وقوف قلبی کا رکھنا آسان فرمادیں گے۔ بعض حضرات کو نسبت کا نور اسی طرح ملا کہ وہ مسنون دعاؤں کو اپنے وقت پر پابندی سے پڑھا کرتے تھے۔ ان کا اور کوئی مجاہدہ نہیں تھا صرف مسنون دعاؤں کے اہتمام سے اللہ تعالیٰ نے دل میں اتنا نور عطا فرمایا کہ وہ لوگ صاحب نسبت بن گئے۔ دوسری بات کہ جو آدمی مسنون دعاؤں کو پڑھنے کی عادت بنائے گا اس آدمی کو پھر کسی دم، تعویذ اور قسم کے عمل کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔ پروردگار خود اس کا محافظ بن جائے گا اور ہر طرح کی پریشانیوں سے اس کو محفوظ فرمائے گا۔ اس لئے دعا مانگنی چاہیے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْمُعَافَاتَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اے اللہ! میں دنیا اور آخرت میں تجھ سے عافیت کا طلبگار ہوں۔

عافیت کا مطلب:۔

عافیت کہتے ہیں کہ انسان کو پرسکون زندگی ملے۔ ہمارے مشائخ نے عافیت کی تین نشانیاں بتائی ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس بندے کی زندگی ایسی ہو کہ اس کو حاکم کے پاس جانے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔

دوسری بات اس کو طبیب اور ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔اور تیسری بات کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے کسی بھائی کا محتاج نہ ہو۔تو جو آدمی حاکم ،طبیب اور بھائی کی مدد سے بے نیاز ہو گیا گویا اللہ رب العزت نے اس کو عافیت کی زندگی عطا فرمادی۔بعض نے کہا کہ جس آدمی کو اللہ نے گھر عطا کر دیا، روزی عطا کر دی اور اللہ تعالیٰ نے گھر میں اس کو نیک موافقت رکھنے والی بیوی عطا کر دی اس آدمی کو زندگی کی عافیت نصیب ہوگئی۔

روزہ اور باطنی ترقی:۔

وقتاً فوقتاً روزے کا رکھنا انسان کیلئے باطنی ترقی کا سبب بنتا ہے۔جن سالکین کا سبق لطیفہ روح کا ہو وہ جتنا اپنے پیٹ کو خالی رکھتے ہیں اتنا ان کی باطنی ترقی زیادہ ہوتی ہے۔کیونکہ کھانا پینا کثافت سے تعلّق رکھتا ہے اور لطیفہ روح کا تعلّق لطافت کے ساتھ ہے۔بھوکا رہنے سے انسان کے اندر لطافت پیدا ہوتی ہے اور آج کل اکثر احوال و کیفیات جو وارد نہیں ہوتے اس کی چند وجوہات ہیں۔ایک تو معمولات نہیں کرتے اور دوسرا ہمیشہ پیٹ بھری حالت میں رہتے ہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو دن میں دو مرتبہ کھائے اس کو تو بھوک کا پتہ ہی نہیں کہ بھول کیا ہوتی ہے۔اور ہم تو ماشاء اللہ دن میں تین مرتبہ کھانے والے ہیں۔تو پیٹ کو بھوکا رکھنا یہ بھی ذکر کی نورانیت ملنے کا سبب ہوتا ہے۔بلکہ نوجوان تو روزہ رکھیں تب ان کے خیالات میں یکسوئی رہے گی۔

انبیاء کرام اور نفلی روزے:۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سارا مہینہ روزہ رکھا کرتے تھے۔حضرت سلیمان ہر مہینے کے شروع میں تین روزہ رکھتے ،درمیان میں تین دن روزہ رکھتے اور آخر میں تین دن روزہ رکھتے۔بی بی مریم اللہ رب العزت کی نیک بندی تھیں۔ان کا معمول یہ تھا کہ وہ دو دن روزہ رکھتی تھیں اور

تیسرے دن افطار کیا کرتی تھیں۔حضرت داؤدؑ کی عادت تھی کہ وہ ایک دن روزہ رکھا کرتے اور ایک دن افطار کیا کرتے تھے ۔ اور نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ تھی کہ آپ ہر مہینے میں ایام بیض (13,14,15) تاریخ کے روزے رکھا کرتے تھے۔ یہ روشن دن کہلاتے ہیں کہ چاند کی بھی پوری روشنی کے دن ہوتے ہیں اور ان دنوں میں روزہ رکھنے والے کے دل بھی اللہ تعالیٰ روشن فرما دیتے ہیں۔

حضرت آدمؑ اور ایام بیض کے روزے:۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو زمین پر اتارا تو اپنی بھول کے غم کی وجہ سے ان کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا اب اللہ رب العزت نے ان کو مہینے کے تین دن روزہ رکھنے کے بارے میں فرمایا تو ان تین دنوں کے روزے رکھنے کی وجہ سے ان کے چہرے کی سیاہی ان کے چہرے کے نور میں تبدیل ہو گئی۔لہذا جو انسان ایام بیض کے روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو تر و تازہ رکھیں گے۔

حضرت ابو دجاجہؓ کی احتیاط:۔

ہمیں ہر کام شریعت وسنت کے مطابق کرنا چاہیے خواہ وہ کام چھوٹا ہو یا بڑا۔صحابہ کرامؓ اتنے محتاط تھے کہ حضرت ابو دجاجہؓ ایک صحابی ہیں ۔وہ فجر کی نماز پڑھتے اور پڑھنے کے بعد جلدی اپنے گھر چلے جاتے ۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں فجر کی محفل میں نہیں بیٹھتے تھے۔کسی نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ ابو دجاجہؓ پتہ نہیں کس حال میں ہے کہ جلدی چلا جاتا ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم جلدی کیوں چلے جاتے ہو؟ تو وہ کہنے لگے اے اللہ کے نبی ﷺ ! میرے ہمسائے کے گھر میں ایک درخت ہے جس پر پھل لگے ہوئے ہیں مگر اس کی کچھ شاخیں میرے گھر پر آتی ہیں اور جب رات ہوتی ہے تو شاخوں سے پھل میرے گھر میں گر جاتے ہیں ۔میں فجر کی نماز پڑھ کے جلدی جاتا ہوں تا کہ ان پھلوں کو اٹھا کر اس آدمی کے گھر میں واپس ڈال دوں ۔ ایسا نہ ہو کہ میرے بچے جاگ جائیں اور بلا

اجازت دوسرے کے پھل کھانے کے گناہ میں ملوث ہو جائیں۔ اتنی چھوٹی سی بات میں شریعت کا خیال رکھتے تھے۔

خیر خواہی کی اہمیت:۔

ہر کام میں ہم دوسروں کی خیر خواہی کریں۔ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ دین سراسر خیر خواہی ہے۔ یاد رکھنا کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بدخواہ بن گیا تو پھر دین نہ بچا۔ دین کی دھجیاں اڑ گئیں۔ یاد رکھیں کہ مومن ہمیشہ خیر خواہ ہوتا ہے۔

خیر خواہی کی ایک عمدہ مثال:۔

ایک مرتبہ دو حضرات نے آپس میں کوئی شراکت سے کام کیا۔ ایک بوڑھے تھے اور دوسرے نوجوان تھے۔ جب وہ اپنی چیزوں کو تقسیم کرتے تو ان میں سے دونوں دیکھتے کہ ہر بندے کا حصہ جتنا ملا ہوتا وہ تھوڑے دنوں بعد اس سے زیادہ ہوتا۔ وہ بڑے حیران ہوتے کہ حصہ تو مجھے تھوڑا ملا یہ زیادہ کیسے ہو گیا؟ وقت گزرنے کے ساتھ پتہ چلا کہ جو نوجوان تھے وہ حصہ ملنے کے بعد اپنے حصے میں سے اپنے دوسرے بھائی کے حصے میں کچھ شامل کر دیتے کہ اس کے اہل وعیال زیادہ ہیں، عمر زیادہ ہے، اس کو زیادہ مال پیسے کی ضرورت ہے۔ جب کہ بوڑھا آدمی اپنے مال میں سے کچھ لے کر اس نوجوان کے مال میں شامل کر دیتے اور ان کی نیت یہ ہوتی کہ اس کی عمر تھوڑی ہے اس نے زیادہ عرصہ دنیا میں زندگی گزارنی ہے میں تو بوڑھا ہو کر مر کھپ جاؤں گا لہذا میرا بھائی اس کا زیادہ حق دار ہے۔ جوان بوڑھے کے مال میں پیسے شامل کر دیتا اور بوڑھا جوان کے مال میں پیسے شامل کر دیتا۔ ان دونوں کا ایک دوسرے کے اکرام کا

یہ معاملہ تھا۔کیسی خیر خواہی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں بھری ہوئی تھی۔

اصحاب کہف کا کتا جنت میں:۔

آج کے دور میں جس انسان کو نیک صحبت نصیب ہوگئی وہ انسان خوش نصیب ہے۔اس سے انسان فتنوں سے بچا رہتا ہے نفس وشیطان کے مکروفریب سے بچا رہتا ہے۔اچھی صحبت کا انسان پر اثر ہوتا ہے۔ دیکھئے قرآن پاک میں اصحاب کہف کے کتے کا بھی تذکرہ ہے۔اور حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اس سے جنت کا وعدہ فرمایا۔کتا ہے۔لیکن اولیاءاللہ کے ساتھ رہا، اللہ تعالیٰ کو اولیاء کا ساتھ دینا اتنا پسند آیا کہ اس کیلئے بھی جنت کا وعدہ فرما دیا۔ہم اگر اپنی زندگی میں نیکوں کا ساتھ اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے لئے بھی خیر کا فیصلہ فرما دیں گے۔

محبّت الٰہی میں ایک احتیاط:۔

جس انسان کے دل میں اللہ رب العزت کی شدید محبّت ہے وہ انسان خوش نصیب ہے۔خاص طور پر جو حضرات سلسلے میں داخل ہیں اور اللہ رب العزت کی محبّت کے طلبگار ہیں وہ ہر وقت اس چیز کو اپنے ذہن میں دیکھتے ہیں کہ ایسا تو نہیں کہ دل میں کسی غیر کی محبت آرہی ہو اس کی طرف میلان بڑھ رہا ہے، یہ توجہ ہورہی ہے۔اگر ایسا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی محبّت سے محروم فردیں گے۔اس کی کئی مثالیں قرآن و حدیث میں ملتی ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کا محبّت الٰہی میں مقام:۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ ؑ کو اپنے ہاں بیٹا ہونے کی بڑی چاہت تھی جس کیلئے اکثر دعائیں مانگتے تھے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرما دیا۔حضرت اسماعیلؑ کو انہوں نے ایک مرتبہ محبّت بھری نظر سے دیکھا۔ اب مقربین کا یوں محبّت بھری نظر سے کسی کو دیکھنا اللہ رب العزت کو اچھا نہیں لگتا کیونکہ محبّت کا رشتہ ہوتا

ہی بڑا نازک ہے۔ چنانچہ محبّت کی نظر بیٹے پر ڈالنا اللہ تعالیٰ کو اچھا نہ لگا۔لہذا حکم دیا کہ اے میرے ابراہیم خلیل اللہ! آپ اپنے بیٹے کو ذبح کر دیجئے۔ سیدنا ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی تیاری کر لی۔ جب دیکھا کہ بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہیں تو ثابت ہو گیا کہ بیٹے کی محبت غالب نہیں بلکہ محبت میری ہی غالب ہے۔ چنانچہ باپ ذبح ہی کرنا چاہتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بیٹے کو محفوظ فرما لیا۔ کیونکہ ذبح کروانا مقصود نہیں تھا۔ مقصد تو یہ تھا کہ ہم دیکھیں کہ بیٹے کی محبّت زیادہ ہے یا ہماری محبّت زیادہ ہے۔

حضرت یعقوبؑ کا محبّت الٰہی میں مقام:۔

حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے یوسفؑ کو محبّت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ پروردگار عالم نے ان کے بیٹے کو کنویں میں ڈلوایا۔ باپ بیٹا جدا ہو گئے اور والد کی بینائی کو سلب فرما لیا بیٹا بھی جدا اور بینائی بھی گئی۔ ایک وقت وہ آیا کہ اپنے بیٹوں کو یوسفؑ کا پتہ کرنے کیلئے بھیجتے تھے لیکن بیٹے کی خبر نہیں دی گئی۔ ایک مرتبہ وہ تلاش کرنے گئے تو انہوں نے آ کر کہا کہ آپ کا بیٹا آپ کو نہیں مل سکتا۔ یہ سن کر انہوں نے کہا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ (یوسف:18) کہ میں تو اب صبر کر لیتا ہوں۔ جب یعقوبؑ نے صبر کرنے کے الفاظ ادا کر لئے تو اب پتہ چل گیا کہ بیٹے کی محبّت دل سے نکل گئی ہے۔ پھر اللہ رب العزت نے بینائی بھی عطا فرما دی بیٹا بھی عطا فرما دیا اور ملاقات بھی کرا دی۔

ایک اصولی بات:۔

اصول یاد رکھیں کہ محبّت کے اس راستے میں انسان کیلئے غیر کی طرف تھوڑا سا میلان بھی بہت زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ عوام الناس کی ان چیزوں سے کوئی پکڑ نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ان سے تو توقع ہی نہیں کی جاتی لیکن جو محبّت کے میدان میں قدم بڑھانے والے ہوں اور پروردگار سے اس کی محبّت کے

طلبگار رہوں اب اگر ان کے دل غیر کی طرف متوجہ ہوں گے تو محبوب بڑا غیور ہے۔اس لئے حدیث پاک میں فرمایا کہ میں سب سے زیادہ غیور ہوں مجھ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں۔تو جب انسان پسند کی اور چاہت کی نظر غیر پر ڈال دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو عبادت کی لذت سے محروم فرما دیتے ہیں۔تو اس راستے میں اس کا بڑا خیال رکھیں کہ دل کے کسی کونے میں آپ ماسوا کیلئے کوئی جگہ خالی مت چھوڑئیے۔اس دل کو اللہ رب العزت کی محبّت سے لبریز فرمالیجئے اصل میں ہمارے سامنے اللہ رب العزت کے حسن و جمال کے جلوے نہیں کھلے جس کی وجہ سے مخلوق کی طرف دھیان چلا جاتا ہے۔ورنہ جو لوگ اللہ رب العزت کی محبّت کا مزہ پالیتے ہیں پھر ان کے سامنے دنیا کی یہ شکلیں اور صورتیں بے معنی ہو جاتی ہیں۔پھر وہ ان میں نہیں الجھتے۔ان کا معاملہ اس سے بلند تر ہو جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور دیدار الٰہی:۔

سیدنا موسیٰؑ کو اللہ رب العزت سے محبّت تھی۔چاہتے تھے کہ دیدار ملے اور کہہ بھی دیا رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ (الاعراف:143) اے اللہ! میں آپ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ (الاعراف:143) کہا تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔اب فرمایا کہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو۔اللہ رب العزت نے پہاڑ پر ستر ہزار پردوں میں سے تجلّی ڈالی۔ستر ہزار پردوں میں سے اتنا نور تھا کہ موسیٰؑ نے دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر گئے۔اب بتائے کہ جب کسی چیز پر اللہ رب العزت تجلّی ڈالے بندہ اس چیز کو دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتا تو اس دنیا میں اللہ رب العزت کا دیدار کیسے کرسکتا ہے؟ ہم اس کے حسن و جمال کے جلوے اس دنیا میں نہیں دیکھ سکتے۔مگر اللہ تعالیٰ نے آخرت میں دیدار کا وعدہ فرمایا ہے۔

ایک علمی نکتہ:۔

ایک نکتہ یاد رکھئے کہ جب اللہ رب العزت کے محبوب معراج سے واپس آرہے تھے تو حدیث پاک میں آیا ہے کہ تمام انبیاء علیھم السّلام نے بیت المقدس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تھی، واپسی پر حضرت موسیٰؑ انتظار میں تھے کہ اللہ کے محبوب ﷺ کب واپس آئیں گے اور میں ان سے ملاقات کروں گا، بات کروں گا۔ یہاں علماء نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ واپسی پر باقی انبیاءؑ میں سے تو کسی سے ملاقات نہیں ہوئی حضرت موسیٰؑ سے ہوئی۔ تو آخر کیا وجہ تھی؟ فرماتے ہیں اس لئے کہ حضرت موسیٰؑ اللہ رب العزت کے دیدار کے طلبگار تھے، دنیا میں ان کو دیدار نہ مل سکا۔ جب انہیں پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو دیدار کیلئے بلایا تو وہ واپسی پر راستے میں منتظر بیٹھے کہ میں اللہ تعالیٰ کا دیدار خود تو نہیں کر سکا، جو دیدار کر کے آرہے ہیں کاش کہ مین ان کا دیدار حاصل کرلوں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا بار باران کو دیدار نصیب ہوا۔ وہ بتاتے رہے کہ نمازیں اور گھٹا دیجئے۔ نبی اکرم ﷺ پھر اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہوتے، پھر واپس آتے۔ تو انہوں نے اللہ کا دیدار کرنے والوں کا بار بار دیدار کیا۔

توحید کا سبق:۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ مجھے تو ایک عورت نے توحید سکھا دی۔ کسی نے پوچھا کہ، حضرت! وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے پاس ایک عورت آئی جو پردے میں تھی، کہنے لگی کہ میرا خاوند دوسری شادی کرنا چاہتا ہے آپ یہ فتویٰ لکھ کر دیں کہ اس کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ انہوں نے سمجھایا کہ اللہ کی بندی! اگر وہ اپنی ضرورت کے تحت دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو شریعت نے چار تک کی اجازت دی ہے۔ میں کیسے لکھ کے دے سکتا ہوں؟ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ کہا تو اس عورت نے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگی کہ حضرت! شریعت کا حکم راستے میں رکاوٹ ہے ورنہ اگر اجازت ہوتی

اور میں آپ کے سامنے چہرہ کھول دیتی اور آپ میرے حسن و جمال کو دیکھتے تو آپ اس بات کو لکھنے پر مجبور ہو جاتے کہ جس کی بیوی اتنی خوبصورت ہو اس کو اب دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ۔فرماتے ہیں کہ وہ تو یہ کہہ کر چلی گئی مگر میرے دل میں یہ بات آئی کہ اے اللہ! آپ نے ایک عورت کو عارضی حسن و جمال عطا کیا اس کو اپنے حسن پر اتنا ناز ہے کہ وہ کہتی ہے کہ جس کی بیوی میں ہوں اب اس کو محبّت کی نظر دوسری کی طرف ڈالنے کی اجازت نہیں ۔تو پروردگار! تیرے اپنے حسن و جمال کا کیا عالم ہے۔۔۔!!! آپ کہاں پسند کریں گے کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی بندہ محبّت کی نظر کسی غیر کی طرف اٹھا سکے۔

مجنوں کے جذبات:۔

کسی شاعر نے مجنوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا:

ولو ان لیلیٰ ابرزت حسن وجهها لها مبهها الوام مثل حيامي

ولكن ها اخفت محاسن وجهها فولوا جميعا حضور مقامي

(اگر لیلیٰ اپنے حسن و جمال کو کھول دیتی اور اس کے جمال کو سب دیکھ لیتے تو وہ بھی میری طرح دیوانے بن جاتے۔مگر اس لیلیٰ نے اپنے جمال کو پوشیدہ کر لیا اس لئے لوگوں کو ابھی اس کے ساتھ وہ تعلّق نہیں جو ہونا چاہیے تھا۔) تو ہمارے سامنے اللہ رب العزت کی ذات کے جمال اور کمال کی تفصیل کھلے گی پھر اللہ رب العزت سے بے پناہ محبّت ہوگی۔اللہ تعالیٰ نے بندے کے دل کو اپنی یاد کیلئے وقف کر لیا ہے۔

پرندوں کے انڈے اور معرفت الٰہی کے موتی:۔

یہ بات ذہن میں رکھئے کہ کچھ پرندے ایسے ہوتے ہیں جو انڈے دے دیتے ہیں اور پھر دور چلے جاتے ہین اور اپنی توجہ انڈوں کی طرف رکھتے ہیں اور ان کی توجہ کی وجہ سے انڈوں میں سے بچے نکل آتے ہیں،

مرغی کی طرح ان کو انڈوں پر بیٹھ کر گرمی پہنچانے کی ضرورت نہیں۔ کچھوے کے بارے میں حیات الحیوان میں لکھا ہے کہ یہ انڈے تو دیتا ہے مگر انڈوں کو مرغی کی طرح سیتا نہیں بلکہ انڈوں کو دیکھتا رہتا ہے۔اس کے دیکھنے کی تاثیر کی وجہ سے انڈوں میں سے بچے نکل آتے ہیں ۔اب اگر کچھوے نے انڈوں کو دیکھا اور اس کی وجہ سے اس میں سے بچے نکل آئے اگر اللہ رب العزت کسی بندے کے دل کو محبّت کی نظر سے دیکھیں گے تو کیا اس میں علوم و معارف کے موتی نہیں نکلیں گے۔اگر ہم اللہ تعالیٰ سے محبّت کریں گے تو پروردگار ہم سے محبّت کریں گے۔

شیطان سے بچنے کا ہتھیار:۔

دیکھئے بیت اللہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ابرہہ نے چاہا تھا کہ اس گھر کے اوپر قبضہ جمائے مگر اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کو مسلّط کر دیا۔انہوں نے کنکریاں مار مار کر اس کے پورے لشکر کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح بنا دیا تھا۔ بالکل اسی طرح انسان کا دل بھی اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اگر شیطان اس کی طرف قدم بڑھانا چاہے آپ لا الہ الا اللہ کی ضربوں سے سے اور اللہ اللہ کے الفاظ سے اس کے اوپر تیروں کی بوچھاڑ کیجئے ،پھر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شیطان سے محفوظ فرما لیں گے۔اس لئے قرآن پاک میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ

(الاعراف:201) کہ جو لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں جب ان پر شیطان کی جماعت حملہ آور ہوتی ہے تو وہ ذکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ذکر کی وجہ سے انہیں شیطان سے محفوظ فرما لیتے ہیں۔

دل کی کنجی:۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ میں نے انسان کے نفس کو اور مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا

ہے۔اب نفس کی قیمت تو جنت لگا دی لیکن دل کی قیمت اللہ تعالیٰ نے اپنا مشاہدہ رکھا۔لہٰذا جو انسان اپنا دل اپنے رب کے حوالے کر دے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اپنا دیدار عطا فرمائیں گے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (القيمة:23-22) حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ ہوں گے جو کھڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے اور دیکھ کر مسکرائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھ کر مسکرائیں گے۔ یہ کیسے خوش نصیب لوگ ہوں گے کہ جو قیامت کے دن اچھے حال کے اندر کھڑے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نے جنت کو بنایا تو اس کی کنجی رضوان (جنت کے نگران فرشتہ) کو دے دی، جہنّم کو بنایا تو اس کی کنجی اللہ تعالیٰ نے مالک (جہنّم کے نگران فرشتہ) کو دے دی، اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو اپنا گھر بنایا اور اس کی کنجی بنی شیبہ کے حوالے فرما دی کہ ان کے پاس رہے گی کسی اور کے پاس نہیں جا سکتی۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کا دل بنایا مگر اس کی کنجی اپنے دست قدرت میں رکھی، وہی دلوں کو پھیرنے والے ہیں، وہ جسے چاہتے ہیں الٹ پھیر دیتے ہیں۔گویا ہمارے دل کا تالا اگر کھل سکتا ہے تو اللہ رب العزت کی رحمت کے ساتھ کھل سکتا ہے۔لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں مانگا کریں، اللہ تعالیٰ سے طلب کیا کریں اور فریاد کیا کریں کہ رب کریم! جب ہمارے دلوں کا معاملہ آپ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے تو دل کے تالے کو کھول دیجیے تا کہ ہم بھی آپ کی محبّت بھری زندگی کو اختیار کر سکیں۔

محبّت الٰہی کا غلبہ:۔

کچھ ایسے بھی لوگ دنیا میں گزرے جن کو اللہ رب العزت نے اپنی ایسی محبّت عطا کی تھی کہ وہ دنیا کے اندر کسی غیر کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے تھے۔ایسی ان کو اللہ تعالیٰ نے محبّت عطا کی تھی۔ چنانچہ ہمارے

اکابرین علمائے دیوبند میں سے ایک بزرگ گزرے ہیں ان کو اللہ رب العزت نے ذکر میں اتنا غلبہ عطا کر دیا تھا کہ ان کا داماد ان کی خدمت میں دو سال تک رہا اور ان کو اپنے داماد کا نام یاد نہ ہوا۔ جن ان کے سامنے ان کا داماد آتا تو وہ پوچھتے، ارے میاں! تم کون ہو؟ وہ کہتا، حضرت! میں اللہ کا بندہ ہوں، اس کا نام اللہ بندہ تھا۔ حضرت فرماتے، بھائی! سب ہی اللہ کے بندے ہیں، تم کون ہو؟ وہ کہتا، حضرت! میں آپ کا داماد اللہ بندہ ہوں۔ پھر وہ فرماتے اچھا اچھا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر سامنے سے گزرتا پوچھتے، ارے میاں! تم کون ہو؟ عرض کرتے، میں اللہ بندہ ہوں، حضرت پھر فرماتے، ارے میاں! سب ہی اللہ کے بندے ہیں تم کون ہو؟ عرض کرتے، حضرت! میں آپ کا داماد اللہ بندہ ہوں۔ دو سال وہ بندہ حضرت کی خدمت میں رہا مگر دو سال میں اس کا نام یاد نہ ہوا۔ ایک نام نے دل پر ایسا غلبہ کر لیا تھا کہ اب کسی دوسرے نام کی گنجائش نہ رہی تھی۔

حضرت معروف کرخیؒ پر محبّت الٰہی کا غلبہ:۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ سری سقطیؒ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا اور انہیں قیامت کا منظر دکھایا گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ قیامت کا دن ہے، لوگ اللہ رب العزت کے حضور کھڑے ہیں اور ان میں سے ایک آدمی ہے جو اللہ کی محبّت میں مست ہے اور دیوانہ ہے اور دیوانوں کی طرح اللہ رب العزت کی یاد میں لگا ہوا ہے۔ پوچھا گیا کہ یہ کون ہے؟ تو اللہ رب العزت نے فرمایا، اے اہل موقف! اے یہاں کھڑے ہونے والے لوگو! تم اس بندے کو حیران ہو کر دیکھ رہے ہو، یہ میرا بندہ معروف کرخی ہے۔ اس پر میری محبّت کا جذبہ طاری ہے۔ اس کو اس وقت تک سکون نہیں ملے گا جب تک کہ میرا دیدار نہیں کر لے گا۔ لہذا اللہ رب العزت ان کو اپنا دیدار عطا فرمائیں گے تب ان کے جسم میں سکون پیدا ہوگا۔

برکتوں والا نام:۔

ہم اللہ تعالیٰ کی محبّت کو اپنے لئے لازم کرلیں پھر دیکھئے اس کے اثرات زندگی میں کیا ہوتے ہیں؟ یاد رکھئے ہمارا مشائخ کی صحبت میں آنے کا مقصد اللہ رب العزت کا ذکر سیکھنا اور پابندی کے ساتھ کرنا ہے۔اللہ کا نام بڑی برکتوں والا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ (الرحمن: 78) برکت والا نام ہے تیرے رب کا۔لہذا جو آپ تین دن یہاں گزاریں گے یا علماء جو بقیہ ایام گزاریں گے۔اس دوران سیاست کی یا دنیاداری کی کوئی بات آپ کی زبان پر نہ ہو۔حالات حاضرہ پر تبصرہ مت کیجئے بلکہ ان دنوں کو آپ امانت سمجھئے،اپنے وقت کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگا لیجئے،ہر وقت دل میں اللہ کا دھیان ہو اور مراقبہ کیجئے،اپنے اوقات میں زیادہ سے زیادہ توجہ الی اللہ رکھنے کی کوشش کیجئے تا کہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ ہمارے دل کی گرہ کھول دیں اور واپس جانے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں بھی اپنی محبّت عطا فرما دیں۔

الف اور با کے معاف:۔

ایک علمی بات ابھی ذہن میں آئی طلباء کے لئے فائدے مند ہے۔دیکھئے ''الف'' کے بارے میں کہتے ہیں کہ کھڑی کھڑی ہوتی ہے اور''با'' کے بارے میں کہتے ہیں کہ لیٹی لیٹی ہوتی ہے۔تو''الف'' کھڑی کھڑی تھی اور''با'' لیٹی لیٹی تھی لیکن یہاں سے کسی عارف نے دو نکتے نکالے۔اس نے کہا کہ ''الف'' جو کھڑی کھڑی ہوتی ہے وہ خالی ہوتی ہے،اس پر نقطہ نہیں ہوتا''الف'' خالی ہوتی ہے۔تو اس میں نکتہ نکالا کہ جس بندے کی زندگی کے اندر تکبّر ہوگا وہ علوم و معارف سے خالی رہ جائے گا۔''با'' کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لیٹی لیٹی ہوتی ہے اور لکھا بھی ایسا ہی جاتا ہے لیکن ایک عجیب بات ہے کہ جب ''با'' کو بسم اللہ کے شروع میں لکھتے ہیں تو آپ نے دیکھا کہ''با'' کو ذرا اونچا کر کے لکھتے ہیں،بسم اللہ

کی شروع کی ''با'' کے لکھنے کا انداز بدل جاتا ہے وہ لیٹی لیٹی نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ ''با'' لگی تو اللہ تعالیٰ نے ''با'' کے حرف کی شان بڑھادی اور اس کو بلندی عطا فرمادی۔اے مومن! اگر تیرے دل کو اللہ کے نام کے ساتھ نسبت ہوگی پھر اللہ رب العزت تجھے کیوں نہیں بلندی عطا فرمائیں گے، لیٹا ہوا حرف اگر اللہ کے نام کے ساتھ لگ جاتا ہے اللہ اس کو بلندی دے دیتے ہیں تو ہم بھی عاجز مسکین بندے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ نتھی ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بلندی عطا فرمائیں گے۔دعا ہے کہ آپ کا جتنا وقت بھی یہاں ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ذکر اذکار میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ایک دوسرے کے ساتھ کم سے کم بات کیجئے، کوشش کیجئے کہ آپ کا وقت ذکر واذکار میں گزرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ